امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو مرتبہ ہے وہ محتاجِ بیان نہیں العلماء ورثۃ الانبیاء اور علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل کے آپ حرف بحرف مصداق تھے حق کے مقابلہ میں تنہا ایک طرف آپ کا سینہ تانا اور دوسری طرف دو عظیم الشان بادشاہوں کی پوری طاقت کا صرف ہونا اور بالآخر فتح کا سہرا آپ کے سرِ مبارک پر باندھا جانا قرآن مقدس کی ان آیتوں کی پوری پوری تصدیق ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نصرت کے وعدے ہیں۔

آج جب کہ حکومتِ الٰہی کا ذکر تک نہیں دین حق کے غلبہ کا خیال تک نہیں اور قرآن مجید کی سچی عظمت وشان اور اس کے مصرفِ صحیح کے لیے عموماً علمائے زمانہ کے اندر کوئی تڑپ نہیں امام موصوف کی زندگی کے اس حصّہ کا اعادہ نہایت مناسب ہے جو قرآن مجید کے صرف ایک عقیدے کی حفاظت کیلئے آپ نے اپنی قلعہ بندی صرف کی۔

مسئلہ خلقِ قرآن

مسئلہ خلقِ قرآن کی ابتدا مامون نے سنہ ۲۱۲ ہجری میں کی اور سنہ ۲۱۸ ہجری میں اس پر زور دیا اور سنہ ۲۳۴ ہجری تک اس کا سلسلہ جاری رہا اگرچہ اس کا زور واثق باللہ کے زمانہ میں ٹوٹا مگر جعفر متوکل نے احکام جاری کر کے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس فتنہ کو فرو کیا۔ اس مدت میں معلوم نہیں کتنے محدثین نے حق کی حفاظت میں اپنی جانیں دیدیں۔

معتزلہ نے اس مسئلہ کو مذہبی رنگ میں پیش کیا کہ اگر قرآن غیر مخلوق ہو تو خالق کے ساتھ شرک لازم آتا ہے۔ بس اسی لیے مذکورہ بالا سلاطین نے اس کے انسداد کو اپنا مذہبی فرض سمجھا، اور اتنی بڑی غلطی کے مرتکب ہوئے کہ شاید ان کے نامہ اعمال میں سب سے زیادہ نمایاں جگہ اسی معصیت کو ملی ہوگی۔

قاضی احمد بن دؤاد نے جو علم کلام میں متبحر اور معتزلہ کا سرگروہ تھا، مامون کو سمجھایا کہ کلام اللہ مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا اور جعل کے معنی پیدا کرنے کے ہیں جیسا جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ سے ظاہر ہے۔ مامون نے بھی اپنے عقیدے میں اس کو داخل کر لیا اور مستعد ہو گیا کہ وہ یا تو فقہا اور محدثین سے اس مسئلہ کو منوا کر رہیگا یا ان سب کا خاتمہ کر دیگا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ یقیناً ایسا کر سکیگا کیونکہ سطوت کا زعم باطل یہی کا متقاضی تھا مگر اس کے جانشینوں نے اور ان کے ساتھ ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ ایسا نہیں کر سکا بلکہ وہ خود اس کی سلطنت مٹ گئی لیکن صرف ایک حق پرست کی بدولت حق باقی رکھا۔

مامون نے شاہی حکم کے ذریعہ سے فقہا اور محدثین کو طلب کیا اور ان کا مسئلہ خلق قرآن کے متعلق عقیدہ دریافت کیا۔

فقہا اور محدثین

ایسے موقع پر بے چارے حکومت کے مُلّا تو کس شمار میں ہوتے ہیں وہ جن کو بادشاہت سے دور کا علاقہ بھی نہ تھا ان میں سے بھی بعضوں نے بالکل سکوت اختیار کیا اور بعضوں نے کہا کہ قرآن مجعول ہے۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مخلوق نہیں کہا! اس لئے ہم بھی نہیں کہہ سکتے لیکن جب سختی کے ساتھ حاکم کو دوسرا حکم ملا کہ جو لوگ صاف صاف قرآن کو مخلوق نہ کہیں ان کو قتل کر دیا جائے تو پھر ان کے پاؤں میں بھی لغزش آگئی اور اپنی جان بچانے کے لئے کہہ دیا کہ قرآن مخلوق ہے

حضرت امام کا عزم و استقلال

ایسے وقت میں جب کہ وہ فقہا اور محدثین بھی جن کا شمار امت کی پہلی صف میں تھا ایک ایک کر کے علیحدہ ہو گئے، کوئی

بھی راہ حق پر ثابت قدم نہ رہ سکا سب نے اپنی اپنی پناہ کے لیے کوئی نہ کوئی حیلہ تلاش کر لیا شاہی عقوبت کے خوف نے ہر ایک کے قدم ڈگمگا دیئے، اخیر دم تک کے لیے صرف امام احمد بن حنبل رح تھے جنہوں نے صاف انکار کر دیا اور محمد کے دین کو صلعم تنہا اپنی اس پشت پر جس پر کوڑے پڑنے والے تھے اٹھا کر بچا لینے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ ذٰلِکَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ۔

امام احمد بن حنبل رح کو اللہ تعالیٰ نے روز ازل سے ہی اس مقصد کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ آپ کو حق پرستوں کی امامت کرنی تھی آپ قرآن کے شیدائی تھے اور آپ کی صحیح نگاہ ہر وقت قرآن پر تھی، تخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ کو آپ خوب سمجھتے تھے اور یدعون ربہم خوفاً و طمعاً کو اچھی طرح جانتے تھے اس لئے آپ سے ہونا بھی یہی چاہیے تھا جس کا آپ نے اپنے کو د وقار عزم و استقلال سے اظہار فرمایا۔ رضی اللہ عنہ

قدرت کے کرشمے بھی عجیب ہیں ان فقہا اور محدثین نے جس چیز کا سہارا لیا تھا وہی ان کی رسوائی کا باعث بنی۔ بادشاہ کو خبر ملی کہ جن فقہا اور محدثین نے مسئلہ خلق قرآن کا اقرار کیا ہے انہوں نے یا تو تقیہ کیا ہے یا آیت الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان کی آڑ لی ہے۔ ان لوگوں نے سچے دل سے اسکو قبول نہیں کیا ہے یہ سن کر بہت غضبناک ہو کر فرمان نافذ کیا کہ ان سب کو گرفتار کر کے دربار شاہی میں بھیجا جائے حکم کی تعمیل کی گئی مگر ابھی یہ لوگ راستے ہی میں تھے کہ حسن اتفاق سے خبر پہنچی کہ مامون کا انتقال ہو گیا جس سے سب کی رہائی ہوئی۔

حضرت امام قید و بند میں

مامون کو اس مسئلہ میں جس درجہ کا غلو تھا اس کا ثبوت صرف اس ایک واقعہ سے ملتا ہے کہ مرتے وقت وصیت کر گیا کہ ہمارے بعد جو کوئی ہمارا جانشین ہو اس کا فرض ہے کہ فقہا اور محدثین سے مسئلہ خلق قرآن کا اقرار کرائے۔

معتصم مامون کے بعد اس کا جانشین ہوا جس نے وصیت نامہ کی تعمیل میں کوئی کسر اپنی طرف سے باقی نہیں رکھی جب یہ امر [illegible] ہوا تو اس کے سامنے ایک ذات ایسی تھی جو اپنے اندر مرکزیت کی ساری شان

رکھتی تھی اور وہ ذات حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی اسلیئے معتصم کی ساری شاہی قوت بھی انہیں کی تعذیب کیلیئے سمٹ کر آگئی اس نے جس قدر مبالغہ آپ سے اس مسئلے کے منوانے میں کیا آپ نے اسی قدر سختی سے اس کا انکار کر دیا۔ نتیجہ صاف ظاہر تھا پہلے تو آپ قید کر دیئے گئے، چار چار بوجھل بیڑیاں پاؤں میں ڈال دی گئیں جس سے ہلنا دشوار تھا اس پر یہ ستم کہ اسی حالت میں خود ہی اونٹ پر سوار ہوں اور آپ ہی اتریں بھی۔

بادشاہ کا ان سب سختیوں سے ایک ہی مقصد تھا کہ آپ حق سے دست بردار ہو جائیں اور آپ کا بھی ان سختیوں کو خوشی خوشی برداشت کر لینے سے ایک ہی مدعا تھا کہ چاہے جو کچھ بھی ہو جائے مگر حق ہاتھ سے نہ جانے پائے اور امام موصوف پر خدا کی بیشمار رحمتیں ہوں کہ ایک مرتبہ جس چیز کو آپ نے طے کر لیا تھا سلطنت کی کوئی طاقت بھی اس میں سرمو فرق نہ کر سکی

مناظروں کا حال

آپ اسی حالت میں طرطوس تک پہنچائے گئے اور متعدد قید خانوں میں قید کیے جاتے رہے۔ کبھی اصطبل میں رکھے جاتے اور کبھی تنگ و تاریک کوٹھریوں میں بند کر دیئے جاتے اور یہ بھی ہوتا رہا کہ بار بار مناظرے ہوتے رہے جس میں ہمیشہ فریق مخالف کو ہی خاموش ہونا پڑا۔ بادشاہ نے خاص طور پر دو آدمیوں کو مناظرہ کرنے کی غرض سے بھیجا اُن کا آپ نے اور بھی برا حال کیا۔ آپ نے اُنسے کہا! خدا تعالیٰ کے علم کو مخلوق کہتے ہو یا غیر مخلوق انہوں نے کہا غیر مخلوق اس پر آپ نے فرمایا کہ تو اسی قول سے تم کافر ہو گئے، کسی نے کہا یہ کیا کہتے ہو یہ بادشاہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ فرمایا ہاں! بھی بادشاہ کے بھیجے ہوئے کافر ہو گئے بلا!

جب اس طرح کے مناظروں سے کام نہ چلا تو معتصم نے حکم دیا کہ ہمارے سامنے لائے جائیں۔ حاکم بغداد نے ایک مرتبہ پھر سمجھایا کہ اب اگر اقرار نہ کرو گے تو بادشاہ نے قسم کھائی ہے کہ ہر روز آپ کو کوڑے لگوائے جائیں گے یہاں تک کہ آپ مسئلہ خلق قرآن کا اقرار کریں یا اسی عذاب میں مبتلا رہ کر مر جائیں۔ حاکم نے

یہ بھی کہا اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ قرآن مجعول ہو اور مخلوق نہ ہو۔ حضرت امامؒ نے جواب میں فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ بھی ہے۔ کیا یہاں جعل کے معنے مخلوق کے صادق آتے ہیں جعل اور خلق ہرگز مترادف نہیں ہو سکتے بے چارے حاکم کی اس سے آگے کیا رسائی ہو سکتی تھی اس لئے آپ معتصم کے پاس بھیجدیئے گئے۔

رات بھر آپ قید میں رہے صبح کو بادشاہ نے اپنے سامنے بلایا۔ چار بیڑیوں کو سنبھال کر چلنا مشکل تھا اور کوئی چیز نہ تھی جس سے ان کو باندھا جاتا۔ آپ نے پائجامہ سے ازار بند نکالکر ان کو اکٹھے کیا اور پائجامے کو گرہ دے لی اس حال میں کسطرح افتاں خیزاں بادشاہ کے روبرو پہنچے، خلق کا ہجوم تھا جس میں معتزلہ کے علماء اور سردار بھی کثرت سے تھے۔ بادشاہ نے اپنے پاس آپ کو جگہ دی۔ بیڑیوں کی مشقت سے تھوڑی دیر دم لیکر آپ نے خود ہی بادشاہ سے پوچھا۔

امام احمد بن حنبلؒ! مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے؟

معتصم باللہ! ہاں جو کچھ کہنا ہو کہو۔

امام احمد بن حنبلؒ! خدا تعالیٰ بندوں کو کس چیز کی طرف بلاتا ہے!

معتصم باللہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ کی طرف۔

امام احمد بن حنبلؒ! میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ کی شہادت دیتا ہوں!

معتصم باللہ! اگر میں تمہیں اپنے سے پہلے بادشاہ کے قید میں نہ پاتا تو ہرگز تعرض نہ کرتا اس کے بعد عبدالرحمن بن اسحاق کی طرف دیکھکر کہا کیوں میں نے نہیں کہا تھا کہ ان پر سختی نہ کی جائے اس نے کہا یا امیرالمومنین درحقیقت ان کی تعذیب مسلمانوں کی آسانی کا سبب ہے۔ معتصم باللہ نے کہا اچھا مناظرہ کرو۔

عبدالرحمن بن اسحاق! قرآن کو تم مخلوق کہتے ہو یا غیر مخلوق۔

امام احمد بن حنبلؒ! اللہ تعالیٰ کے علم کو تم مخلوق کہتے ہو یا غیر مخلوق اس جواب سے عبدالرحمن بن اسحاق

لاجواب ہو چکا تو ہر طرف سے دلائل و اعتراضات ہونے لگے اور آپ سب کو جواب دیتے گئے یہاں تک کہ سب ساکت ہو گئے۔ مگر اس سے کیا ہو سکتا تھا۔ کوشش تو اس امر کی تھی کہ آپ خواہ مخواہ بھی ان کے ہمنوا بن جائیں یہ چاہتے تھے کہ قطب اپنی جگہ سے ہل جائے اور مرکز عالم اپنے مقام سے ٹل جائے مگر ایسا نہیں ہو سکتا تھا

تیسرے روز ایک نہایت عظیم الشان دربار منعقد کیا گیا جس میں مسلح فوج ایک طرف اور دوسری طرف جلاد کوڑے لئے ہوئے کھڑے تھے اس وقت آپ قید خانے سے لائے گئے، معتصم کے کہنے سے خاص خاص لوگوں نے آپ سے پھر مناظرہ شروع کیا مگر ان کا بھی وہی انجام ہوا جو ان کے پیشروؤں کا ہو چکا تھا۔ بادشاہ معاملے کے اس قدر طول کھینچنے سے گھبرا گیا تھا اور ادھر ابن دواد سرگروہ معتزلہ یہ کہہ کر اکسا رہا تھا کہ یہ شخص گمراہ اور گمراہ کرنیوالا بدعتی ہے۔ یا امیر المومنین آپ اس کو قتل کر دیجئے اس کا خون ہماری گردن پر ہے

حضرت امامؒ کوئی معمولی عظمت کے آدمی نہ تھے، بادشاہ بھی اس کو خوب سمجھ رہا تھا مگر سلطنت کے رعب و وقار کا خیال دامنگیر تھا اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے آپ کو ہٹا دیا اور خاص خاص لوگوں سے تخلیہ میں گفتگو کی پھر سب کو الگ کر کے حضرت امامؒ سے کہا اے احمد تم اقرار کر لو تو میں ابھی تمہیں رہا کر دیتا ہوں۔ آپ نے بار بار جس کلمہ کو دہرایا تھا پھر اسی کو زبان پر لائے کہ میں بغیر قرآن و حدیث کے کوئی بات نہیں مان سکتا۔

حق کی پشت پناہ پیٹھ پر کوڑے

اب معتصم باللہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا غصہ ہو کر آواز دی کہ اس کو کھینچو اور لباس اتار کر کوڑے لگاؤ۔ پھر حالت غیظ میں اپنے مقام سے اٹھ کر کرسی پر آ بیٹھا اور کوڑے والوں کے کوڑے دیکھ کر دوسرے کوڑے لانے کو کہا جب دوسرے کوڑے پسند آ گئے تو جلادوں کو حکم دیا کہ خوب زور سے اس کو مارو ایک شخص آگے بڑھا اور پوری قوت سے دو کوڑے مار کر ہٹ گیا۔ پھر دوسرا جلاد آیا اور اس نے بھی دو کوڑے اسی طرح مارے۔ اسی طرح نوبت بنوبت کوڑے مارنے والوں نے اپنی پوری طاقت سے دو دو کوڑے مارے۔ جب

انتیس کوڑے مارے جا چکے تو معتصم باللہ کو شاید کچھ رحم آگیا اور آپ کے پاس آکر کہنے لگا! یا احمد واللہ انی علیک لشفیق وانی لاشفق علیک کشفقتی علی ابنی، واللہ لئن اجبتنی لاطلقن عنک بیدی، ما تقول؟ اے احمد خدا کی قسم میں تم پر اپنے بیٹے سے زیادہ شفقت رکھتا ہوں اگر تم خلق قرآن کا اقرار کرو تو خدا کی قسم اپنے ہاتھوں سے تمہارے پاؤں کی بیڑیاں کھول دوں، کہو کیا کہتے ہو؟ آپ نے اس وقت بھی یہی کہا۔! اعطونی شیئا من کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ۔ اے معتصم خدا کی کتاب یا رسول اللہ کی حدیث سے کسی کا کوئی ثبوت پیش کیا جائے تو میں اقرار کروں!

معتصم سنتا اور مجبور ہو کر معتزلہ کے علما قاضی ابن دواد وغیرہ کو مخاطب کرتا اور کہتا ناظروہ وکلموہ ان سے بحث وگفتگو کرو۔ اور جب وہ اپنی عقلی دلیلیں پیش کرتے تو آپ ارشاد فرماتے ما ادری ما ہذا، میں نہیں جانتا یہ تمہاری عقلی دلیلیں کیا بلا ہیں، اعطونی شیئا من کتاب اللہ ومن سنۃ رسول اللہ حتی اقول۔ اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول کے قول سے کوئی دلیل پیش کرو تو میں بھی وہی کہوں جو تم کہتے ہو۔

آپ کے انکار اور اصرار کے بعد ہر طرف سے سختیاں شروع ہو گئیں، کوئی تلوار کے قبضہ سے مار کر کہتا! کیا تو اتنے لوگوں پر غالب آجائیگا؟ کوئی کہتا امیر المومنین کی بات کو تو نہیں مانتا، اور کوئی کہتا کہ تیرے رفقا میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا جو تو کر رہا ہے۔ ادھر ابن دواد غصہ دلانے کے لئے کہہ رہا تھا! امیر المومنین آپ روزہ سے ہیں اور اس شخص کی وجہ سے دھوپ میں کھڑے ہوئے ہیں، اس کو قتل کر ڈالیے اس کا خون میری گردن پر ہے، معتصم نے پھر کہا! اے احمد کچھ تو کہو تا کہ تمہارے رہا کرنے کا کوئی حیلہ ہاتھ آئے لیکن آپ کا پھر وہی ایک جواب تھا کہ کوئی آیت یا حدیث بتلائیے تو قبول کر لیتا ہوں،

اللہ اللہ آپ کا یہ قول اپنی جگہ پر کس طرح سے ہمالیہ پہاڑ کی طرح مضبوط ہے کہ لاکھوں ہوا کے تھپیڑے آئے لیکن اپنی جگہ سے جنبش بھی تو نہ ہوئی، آپ کے سامنے یہ دونوں چیزیں تھیں کہ اگر خلق قرآن کا اقرار نہ فرمالیں تو شاہی عقوبات سے دنیا کی کوئی طاقت نہ بچا سکے گی اور ساتھ ہی یہ بھی کہ اگر اقرار کرلیا

تو آپ سے بڑھکر مرسمِ خسروانہ کا بھی کوئی حق دار نہ ہوگا۔

ایک طرف تو یہ تھا اور دوسری طرف یہ کہ ایک مرتبہ آپ کا "ہاں" کہدینا اہل حق کے واسطے قیامت تک کے لیے سوہانِ روح اور ایک بُری مثال بن جاتا۔ اور اگرچہ آپ اپنی چند روزہ زندگی میں شاہی نوازشات کے مرجع بن جاتے مگر اُمتِ اسلامیہ کیا ساری دنیا کے سامنے جو آپ کی عزت ہے اور جو انعامات خداوندی کے آپ مستحق ٹھیرے ہیں اس سے آپ یقیناً محروم رہ جاتے۔

بادشاہ سے کچھ نہ بن پڑتا تھا وہ عجیب کشمکش کی حالت میں مبتلا تھا۔ اسی غیظ و غضب کی حالت میں پھر کرسی پر جا بیٹھا اور جلادوں کو زیادہ سختی کے ساتھ کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

لکھا ہے کہ جب حضرت امامؒ پر پہلا کوڑا پڑا تو آپ نے کہا "بسم اللہ"۔ دوسرے کوڑے پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ تیسرے کوڑے پر القرآن کلام اللہ غیر مخلوق اور چوتھے کوڑے پر لن یصیبنا الا ماکتب اللہ لنا۔ علیٰ ہذا القیاس اسی طرح موقع سے کسی آیت کو ہر ضرب پر تلاوت فرماتے رہے۔ اسی اثناء میں پائجامہ کھل گیا اور ناف تک اُتر آیا۔ آپ نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا، الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ میں حق پر ہوں تو میری بے ستری نہ ہو۔ پائجامہ وہیں رُک گیا۔ پھر جب سختی کے ساتھ پیہم کوڑے پڑنے لگے تو آپ بیہوش ہو گئے اور اس کے بعد بے دردی کے ساتھ آپ کو روندا گیا۔

کہتے ہیں کہ جب تک آپ کو ہوش رہا ہر ضرب پر آپ معتصم باللہ کی خطا کو معاف کرتے رہے، کسی نے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا! میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ قیامت کے دن کہا جائے کہ یہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے چچا کی اولاد اور اہل بیت کا دعویدار ہے۔

یہ رمضان المبارک کا اخیر عشرہ تھا جب کہ آپ پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑے گئے، روزے پر روزے تھے اس پر پیٹھ زخموں سے چور چور ہو چکی تھی، بار بار غش آجاتا تھا ایسے وقت میں پیاس کا جو عالم ہوتا ہے اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے، سامنے برف دیا ہوا پانی لایا گیا تھوڑی دیر آپ نے اس کو

دکھایا اور واپس فرما دیا۔

ایک شخص نے ستو پیش کیا آپ نے کہا کہ میں روزہ سے ہوں۔ مگر جب نماز کا وقت آیا تو اسی حالت میں نماز ادا کی۔ دیکھنے والے نے کہا آپ نے نماز پڑھی حالانکہ جسم سے خون جاری ہے۔ آپ نے جواب دیا ہاں! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

علماء کو آپ کا جواب

حضرت امامؒ جب رقہ میں محبوس تھے تو علماء کی ایک جماعت آپ سے ملنے کو آئی اور اُن روایات کو سنایا جس میں جان کے خوف سے تقیہ کر لینے کی اجازت ہے۔ آپ نے یہ کہہ کر سب کو خاموش کر دیا کہ اس حدیث کی نسبت کیا کہتے ہو جبکہ صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کفار و مشرکین کے ظلم و ستم کی فریاد کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں جن کے سروں پر آرہ چلایا جاتا تھا مگر وہ حق سے نہ ٹلتے تھے۔

آپ پر جس وقت کوڑے پڑ رہے تھے تو وہ علماء بھی کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے جنہوں نے تقیہ سے کام لیا تھا۔ انہوں نے حضرت امامؒ سے کہا! کیا آپ کو آپ کے ساتھیوں نے بھی کی، جس پر آپ نے جواب دیا، یہ کیا دلیل ہے اعطونی شیئاً من کتاب اللہ و سنۃ رسول اللہ حتی اقول

فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۸ ماہ قید رہے اس عرصہ میں تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد اس قدر تازیانے پڑتے تھے کہ آپ بیہوش ہو جاتے تھے۔ اس کے علاوہ تلوار سے چرکے لگائے جاتے اور زمین پر ڈال کر پاؤں سے روندتے تھے

جب متوکل خلیفہ ہوا تو اس نے حضرت امام کی مصیبتیں دور کیں اور ان کو اپنے حضور میں بلوایا اور ان کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا۔ اور ممالک اسلامیہ میں منادی کرا دی اعتزال کو مٹا دینے اور سنت کا اظہار کرنے اور قرآن

کے غیر مخلوق ہونے کے بارے میں فرمان جاری کیے اور فرقہ معتزلہ کا گروہ ٹھنڈا پڑ گیا۔

ابو الہیثم عیار

اس خدائی آزمائش کے زمانے میں ابو الہیثم عیار نے عجیب طرح پر آپ کی ڈھارس بندھائی۔ یہ امام صاحب موصوف کے پاس کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے احمد میں ابو الہیثم چور ہوں۔ مجھے ۱۸ ہزار تازیانے پڑے تاکہ چور ہونے کا اقرار کر دوں مگر میں نے اقرار نہیں کیا حالانکہ میں جانتا تھا کہ برسر حق نہیں ہوں۔ لہذا تم تازیانوں کی گرمی سے بچتے رہنا کیوں کہ تم حق پر ہو۔ حضرت امام فرماتے ہیں کہ جب مار سے درد محسوس ہوتا تھا تو اس چور کی بات یاد آ جاتی تھی اس کے بعد آپ ہمیشہ اس پر مہربانی فرمایا کرتے تھے۔

حضرت امام فرماتے ہیں کہ جب میں سزا کے تازیانہ کے لیے سامنے لایا گیا اور لوگ خلیفہ کے سامنے کھڑے ہوئے تھے تو ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تم اپنے دونوں ہاتھوں سے ٹکٹکی کی دونوں لکڑیوں کے سرے کو تھامے رہنا مگر میں اس کی بات کو نہ سمجھا۔ اس سبب سے میرے دونوں ہاتھ اکھڑ گئے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ مرتے دم تک آپ کو اس کی تکلیف رہی اور کئی سال تک سرین کے گوشت کی بوٹیاں ادھیڑا نوچا جاتا تھا۔

حافظ ابن جوزی محمد ابن اسمٰعیل سے نقل کرتے ہیں: ضرب احمد بن حنبل ثمانین سوطاً لو ضربتها فیلا لهدمته۔ احمد بن حنبل کو ۸۰ کوڑے ایسے مارے گئے کہ اگر ہاتھی کے بھی مارے جاتے تو چیخ اٹھتا۔

احمد بن غسان کا بیان ہے کہ جب میں امام احمد کے ساتھ مامون کے پاس پکڑا ہوا گیا تو خلیفہ کا خادم ہمارے آگے ملا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ وہ ان کو پونچھتا جاتا اور کہتا کہ اے ابو عبداللہ آپ پر جو مصیبت آئی ہے اس کا مجھے سخت صدمہ ہے۔ امیر المومنین نے وہ تلوار نیام سے کھینچ رکھی ہے جو کبھی نہیں نکالی تھی اور چمڑے کا وہ زیر انداز بچھوایا ہے جو کبھی نہیں بچھوایا تھا اور اس نے

کہا ہے کہ مجھے جو قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک یہ دونوں قرآن کو مخلوق نہ کہیں گے میں اپنی تلوار احمد اور اس کے ساتھی سے الگ نہ کروں گا۔

حضرت امام نے خادم کی یہ بات سنی تو زمین پر اپنے گھٹنے ٹیک دیئے اور آسمان کی طرف دیکھ کر دعا کرنے لگے اور ابھی تہائی رات بھی گزرنے نہ پائی تھی کہ نالۂ وشیون کی صدا ہر طرف سے بلند ہوئی اور وہی خادم یہ کہتا ہوا ہماری طرف آیا کہ اے احمد تم نے سچ کہا قرآن اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے واللہ امیر المومنین مر گیا۔

آپ مدینہ منورہ کو تشریف لے جا رہے تھے۔ ابھی شہر میں داخل بھی نہیں ہوئے تھے کہ ایک عابد ملا۔ اس نے آپ سے کہا! اے احمد دیکھو تمہارا یہاں آنا مسلمانوں کے لئے منحوس ثابت نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ان مسلمانوں کا نمائندہ ہونا پسند فرمایا ہے، لوگ انتظار کر رہے ہیں کہ دیکھیں تم اس مسئلے میں کیا کہتے ہو، یاد رکھو جو تم کہو گے یہی وہ کہیں گے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی اچھا مددگار ہے

حضرت امام نے اس پہلو کو کیوں اختیار کیا

اگرچہ شرعاً جائز ہے کہ جبر و اکراہ کے موقع پر زبان سے کوئی کلمہ کفر کہہ دیا جائے تو مضائقہ نہیں جیسا کہ اس آیت شریف سے ظاہر ہے۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ اسی وجہ سے اکثر فقہا اور محدثین نے قرآن کے مخلوق ہونے کا زبانی اقرار کر لیا تھا اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ بھی اس مسئلہ کو اچھی طرح جانتے تھے باوجود اس کے آپ نے جو انکار کا پہلو اختیار کیا اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اگر کل علماء مسلماً خلق قرآن کا اقرار کر لیتے تو عوام الناس اس مصلحت کو تو نہ سمجھتے بلکہ یہ خیال کر لیتے کہ اگر یہ اعتقاد باطل ہوتا

تو کوئی نہ کوئی عالم اس کی ضرور مخالفت کرتا، اور یہ مقام صرف حضرت امام کے لیے باقی رہ گیا تھا۔
آپ کا یہ خیال بھی تھا کہ معلوم نہیں یہ طوفان بے تمیزی کب تک رہے گا اگر مدت تک یہی اعتقاد فاسد عوام الناس کے ذہن میں جمارہا تو اہلِ حق کو آئندہ اس کی اصلاح میں دشواریاں لاحق ہوں گی الغرض یہی اسباب تھے جن کی بنا پر آپ اور آپ کے چند ہم خیالوں نے ہر قسم کی سختیاں برداشت کیں بلکہ جانیں تک دیدیں اور حق بات کو ظاہر کرتے رہے جس سے تمام مسلمانوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ یہ مسئلہ دین میں ایسا ضروری اور مہتم بالشان ہے کہ اس کے مقابلہ میں جان بھی کوئی چیز نہیں۔
تلاوت اور متلو کے فرق کو اہلِ علم خوب جانتے ہیں مگر چونکہ عوام ایسے امور میں فرق نہیں کر سکتے اس لئے دونوں کا ایک ہی حکم قرار دیا گیا تھا تاکہ قرآن کے مخلوق ہونے کا کسی کو خیال تک نہ آئے اور یہ تشدد اسی قسم کا تھا جیسا کہ تحریم خمر کے زمانہ میں ظروف خمر کا استعمال بھی حرام کر دیا گیا تھا۔
باوجودیکہ امام بخاری کی جلالتِ شان تمام محدثین میں مسلم ہے مگر جب انھوں نے یہ کہا کہ قرآن تو مخلوق نہیں مگر اس کا تلفظ کرنا جو انسان کا فعل ہے وہ مخلوق ہے تو اتنی بات پر اس زمانہ کے محدثین ان سے بگڑ بیٹھے اور امام صاحب موصوف کو مستقل ایک رسالہ لکھنا پڑا۔

وفات

سنہ ۲۴۱ھ ہجری میں، ۷۷ سال پورے کر کے آپ نے دنیائے پُرمحن سے دار الامن کو کوچ کیا۔
جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ کی عیادت کے لئے آپ کے دروازے پر اس قدر آدمی اور ان کی سواریوں کے جانور جمع ہوئے کہ شاہراہیں اور چھوٹی بڑی سب گلیاں بھر گئیں اور جس وقت طائرِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گیا تو ہر طرف سے نالہ و شیون کی صدائیں بلند ہوئیں۔
آپ کے جنازے کی نماز میں اس کثرت سے لوگ شریک ہوئے کہ مردوں کا شمار ۸ لاکھ

اور عورتوں کا ۶۰ ہزار تک پہنچا یا اور جو لوگ اِدھر اُدھر جا بجا اور کشتیوں میں اور مکانوں کی چھتوں پر تھے وہ بھی ملائے جائیں تو دس لاکھ سے زیادہ تک تعداد پہنچتی ہے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ سب ملا کر پچیس لاکھ آدمی تھے۔

آپ کی وفات کا عجیب اثر تھا اور قلوب اس درجہ متاثر تھے کہ اس دن ۲۰ ہزار یہودی و نصرانی اور آتش پرست مسلمان ہو گئے۔

محمد ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ جب امام احمد رضی اللہ عنہ کے وفات کی خبر پہنچی تو مجھے نہایت غم ہوا اس رات خواب میں دیکھا کہ امامؒ نہایت فاخرہ لباس میں متکبرانہ رفتار سے چلے آ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا حضرت یہ تبختر کیا؟ فرمایا دار السلام میں بندوں کی رفتار کا انداز یہی ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا بخش دیا اور تاج اور لباس فاخرہ پہنا کر فرمایا کہ یہ اس کا بدلہ ہے جو تم نے کہا تھا کہ قرآن میرا کلام غیر مخلوق ہے۔

ابن خزیمہؒ نے ایک رات بشر حافیؒ کو خواب میں دیکھا کہ مسجد رصافہ کے قریب تشریف فرما ہیں اور آپ کی آستین میں کوئی چیز چمک رہی ہے۔ دریافت کیا کہ یہ کیا ہے۔ فرمایا کہ شب گزشتہ احمد بن حنبلؒ کی روح جب ہمارے پاس آئی تو اس پر موتی اور یاقوت نثار کئے جا رہے تھے یہ وہی ہیں جن کو میں نے چن لیا ہے۔

حضرت امام کے فضائل

حضرت امام شافعیؒ نے مصر میں خواب دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ احمد بن حنبلؒ کو جنت کی خوشخبری دو کہ وہ ان مصیبتوں کے معاوضہ میں دی گئی جو قرآن کو مخلوق کہلانے کی غرض سے ان پر ڈھائی گئیں اور ان سے کہہ دو کہ وہ ہرگز اس کے قائل نہ ہوں بلکہ صاف کہہ دیں کہ قرآن غیر مخلوق نازل کیا گیا ہے۔

حضرت امام شافعی نے اسی روز یہ واقعہ لکھکر ایک خاص شخص کے ذریعے آپ کے پاس بغداد میں روانہ کیا۔ حضرت امام نے اس خط کو دیکھا تو بار بار لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا اور نامہ بر کو بطور انعام کے اپنے جسم سے قمیص اتار کر دیا۔ امام شافعیؒ کو جب قمیص کا حال معلوم ہوا تو اس شخص سے فرمائش کر کے اس کا دھوون طلب کیا اور اپنے تمام جسم پر ملا۔

کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کے پاس ایک فقیر کو بھیجا اس نے کہا کہ اے احمد تو نے جو خدائے عزوجل کے کلام کے لئے اپنی جان پر مصیبت برداشت کی اس سے آسمان کے رہنے والے اور عرش کے ارد گرد والے تجھ سے خوش ہیں۔

ابراہیم بن مصعب کوتوال کہتا تھا بمثیلہ ما کنت فی عینہ الا کمثال الذباب آج ہم حکام وقت ان کی نگاہوں میں مکھیوں کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتے۔

اور اسی کا قول ہے میں نے کسی انسان کو بادشاہوں کے سامنے احمد بن حنبلؒ سے زیادہ نڈر اور بارعب نہیں پایا۔

بشر بن الحارث رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ امام احمدؒ کا امتحان بھٹی میں ڈال کر کیا گیا اور وہ اس بھٹی سے کندن ہو کر نکلے۔

ہشیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ کے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی حجت تھے۔

بشر حافیؒ کا قول ہے "قام احمد مقام الانبیاء" احمد بن حنبلؒ نے انبیاء کی قائم مقامی کی۔

آپ کے عادات و خصائل

آپؒ کہتے ہیں کہ میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ اے میرے رب وہ کون سی

چنبہ ہے جس سے تیری قربت ڈھونڈنے والے اپنی مراد کو پہنچیں ارشاد ہوا کہ اے احمد میرا کلام :-

آپ ہر روز و شب میں کلام اللہ شریف کا ایک ختم کیا کرتے تھے اور اس کو لوگوں سے پوشیدہ رکھا کرتے تھے۔

سنت کی پیروی اور بدعت سے پرہیز کرنے میں بے مثل تھے رات کے قیام کو کبھی ترک نہ کرتے تھے اور یہ آپ کے بچپن کی عادت تھی۔

ابو عصمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک رات کو میں امام احمد رضی اللہ عنہ کے پاس رہا تو آپ نے میرے پاس پانی لاکر رکھ دیا اور جب صبح کو جوں کا توں پایا تو کہا سبحان اللہ جو شخص علم کا طالب ہو اس کا رات کا کوئی وظیفہ نہ ہو؟

صحت کی حالت میں پہلے آپ ہر شب میں تین سو رکعتیں پڑھتے تھے مگر جب کوڑوں سے پٹے تو بدن کمزور ہو گیا اسلئے رات اور دن میں ڈیڑھ سو رکعتیں پڑھنے لگے۔

آپ کی مجلس عاقبت کیلئے مخصوص تھی اور آپ کہا کرتے تھے نصیب اس شخص کے جسکو اللہ تعالیٰ گمنام کر دے جب راستے میں چلتے تھے تو کسی کو اپنے ساتھ نہیں چلنے دیتے تھے جب بیمار ہوئے اور قارورہ طبیب کے پاس گیا تو اسنے دیکھکر کہا یہ ایسے شخص کا قارورہ ہے جسکے جگر کو فکر و غم نے ٹکڑے کر دیا ہے۔

آپ نہایت درجہ کے تنہائی پسند تھے مسجد یا جنازہ، یا بیمار پرسی کے سوائے کہیں کسی کی نظر نہ پڑتی تھی اور بازار میں چلنے کو برا سمجھتے تھے۔

صاف ستھرے کپڑے پہنتے تھے سر کی مونچھوں اور سر کے بالوں اور ناخنوں کو صاف رکھتے تھے کھانے پینے میں کوئی اہتمام نہ تھا بلکہ نہایت معمولی چیزوں پر اکتفا فرماتے، روٹی کے سوکھے ٹکڑوں کو صاف کر کے ایک پیالہ میں رکھتے اور اوپر سے پانی ڈالتے اور جب وہ بھیگ جاتی تو نمک سے کھا لیتے۔

آپ کی والدہ کے پاس کپڑے نہ ہوتے اور ایسے وقت میں کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو اسکو یہ کہہ کر لپیٹ دیا جاتا کہ لوگوں کے میل سے ہماری عریانی بہتر ہے۔ آپ گھر میں تھوڑے دن رہتا ہے اور پھر کوچ کرتا ہے۔ [illegible]